والدین کے حقوق اسلام اور دیگر الہامی مذاہب میں

*ڈاکٹر ناہید آرائیں

ABSTRACT

A father who never claims paternity, or against whom paternity is never established, has no parental rights. A father can also voluntarily relinquish parental rights. A court can also terminate rights for either parent, against his or her wishes, in cases of abuse, neglect, and abandonment, or if a parent has a long-term mental illness, alcohol or drug impairment, or incarceration period. Parents can also be legally responsible for their children's behavior. State laws can vary, but from the time a child is around 8 years old and until he or she reaches the age of majority (18 in most states), parents could be subject to civil lawsuits or even criminal sanctions for the negligent or criminal acts of a child. In civil cases, if a child's negligence causes an injury to another; his or her parents may be ordered to pay damages or restitution. In the criminal sense, parents could be punished for their children's delinquency or absence from school, gun crimes, or Internet crimes.

Keywords:*Duties and Responsibilities, Parents and Children's Right Ahadith, Ayats*

---

*۔ایسوسی ایٹ پروفیسر،سندھ یونیورسٹی، جامشورو

تعارف

قرآن مجید میں کئی مقامات پر لفظ ''بر'' کا استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ''بر'' کے راستے پر گامزن رہیں۔ عام طور پر اس لفظ کا ترجمہ ''نیکی'' کیا جاتا ہے۔ عظیم مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراھیؒ کے مطابق اس لفظ کے اصل معنی ''ادائیگی حقوق'' کے ہیں۔ یعنی انسان ہر وہ حق ادا کرے جو اس پر قدرتی طور پر اس کے ضمیر کی طرف سے عاید ہوتا ہے۔ گویا ہر انسان کو اپنے پروردگار کا حق بھی ادا کرنا ہے اور اپنے سے متعلق ہر دوسرے فرد کا حق بھی ادا کرنا ہے۔ ہر انسان پر اولین حق اس کے والدین، میاں، بیوی اور بچوں کا ہوتا ہے، چنانچہ ان سب کے قدرتی حقوق کو پورا کرنا لازم ہے۔ اس دنیا میں ہر نئے بچے کی آمد کے ساتھ ایک نئی صورت حال جنم لیتی ہے۔ اب اس کے کچھ حقوق و فرائض متعین ہوتے ہیں دنیا میں اس کا وجود ایک سنجیدہ واقعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر باشعور انسان کا فرض ہے کہ وہ پورے عقل و شعور کے ساتھ ان امور کو ملحوظ رکھے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

> ''تم میں سے ہر فرد حاکم ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ۔ ایک آدمی اپنے گھر میں حاکم ہے اور اپنی رعایا کا ذمہ دار۔ بیوی اپنے شوہر کے گھر میں حاکم ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں ذمہ دار''

گویا ہر انسان حقوق و فرائض کے رشتے میں دوسروں کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ اگر اس دنیا کی زندگی میں وہ غیر ذمہ دار اور شتر بے مہار بن کر رہے گا تو اس سے اس کی دنیا کی زندگی بھی تکلیف و کمزوری کا شکار ہوگی اور آخرت کی زندگی میں بھی اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ چنانچہ جب ایک مرد اور ایک عورت اپنی آزادانہ مرضی سے رشتہ نکاح میں بندھ جاتے ہیں اور اسی کے بعد ان کے ہاں بچوں کی آمد ہوتی ہے تو ان سب کے آپس میں ایک دوسرے پر حقوق و فرائض متعین ہو جاتے ہیں۔ ان تمام حقوق کی طرف جگہ جگہ قرآن مجید نے اشارات کئے ہیں۔ ان پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

1۔ بچے یا بچی کے حقوق

بچے یا بچی کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک اس کی پوری حفاظت کی جائے، اس کی صحت کا خیال رکھا جائے اور اس کو ہر ممکن بیماری اور خطرے سے بچایا جائے۔ پہلے سے یہ طبّی اندازہ لگایا جائے کہ اس کی ولادت کے وقت کوئی مسئلہ تو پیدا نہیں ہوگا۔ بچے یا بچی کی ولادت ایک محفوظ جگہ میں عمل میں لائی جائے۔ بچے یا بچی کا دوسرا حق یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد اس کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے۔ اسے ایسا ماحول فراہم کیا جائے جہاں بیماریاں

پیدا ہونے اور لگنے کا احتمال کم سے کم ہو۔ پورے گھر میں حفظان صحت کے اصولوں کا خیال رکھا جائے۔ بچے یا بچی کا تیسرا حق یہ ہے کہ اسے ماں کا دودھ وافر مقدار میں اور بغیر کسی رکاوٹ کے ملتا رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے ماں کا لمس اور ماں کی گود ابتدائی دو سال میں مستقل ملتی رہے۔ اس میں حتی الامکان کوئی اور شریک نہ ہو۔ یہ بات سائنسی طور پر ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ابتدائی دو سال میں ماں کا دودھ اور ماں سے بدنی تعلق بچے کی صحت مند نشوونما کے لئے بہت ضروری ہیں۔ بچے یا بچی کا چوتھا حق یہ ہے کہ ابتدائی تین چار سال میں ماں اور باپ اس کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دیں۔ یہی تعلیم و تربیت بچے کے لیے مستقبلمیں نہایت اہم ثابت ہوتی ہے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ دو بچوں کے درمیان تین سے لے کر پانچ برس تک وقفہ ہونا چاہیے تاکہ اس دوران میں بچے کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی جا سکے۔

2۔ باپ کے حقوق و فرائض

ماں کی طرح باپ کے بھی حقوق و فرائض ہیں۔ اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس کی بیوی کو حمل شروع ہوتے ہی اس کی اہم ترین ترجیح اپنی بیوی کی نگہداشت اور صحت ہو اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ وہ اپنی بیوی کو باقاعدہ طبّی معائنے کے لیے لے جائے۔ وضع حمل کے لیے مناسب انتظام کرے۔ ولادت کے بعد بچے اور اس کی ماں کا پورا خیال رکھے۔ ایک ذمہ دار شوہر بن کر اگلے حمل میں کم از کم تین سے پانچ برس کا وقفہ رکھے۔ اگلے بچے کی تمہید باندھنے سے پہلے بیوی سے مشورہ کرے۔ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنی ہر اولاد کو مناسب ذاتی توجہ دے۔ ہر بچے پر باپ کی طرف سے ذاتی توجہ بچے کی صحت اور نفسیاتی نشوونما کے لیے ضروری ہے۔ ایک باپ اور شوہر کا یہ حق ہے کہ گھر میں اسے آرام و سکون ملے۔ اس کی بیوی کے پاس اس سے گفتگو اور پیار و محبت کے لیے پورا وقت ہو۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے جب بچوں کی تعداد میں مناسب وقفہ ہو۔ ایک شوہر کا یہ بھی حق ہے کہ اس کی بیوی صحت مند ہو اور وقت سے پہلے بڑھاپے کے آثار اس پر طاری نہ ہوں۔ یہ بھی صرف اسی وقت ممکن ہے جب بچوں کی ولادت مناسب وقفہ سے ہو۔ ایک باپ کو پروردگار نے اپنے بچوں کی تمام ضروریات کا مکلف ٹھہرایا ہے اس لیے اس کے لیے یہ غور و فکر بھی ضروری ہے کہ اس کی آمدنی کتنی ہے اور اس آمدنی میں وہ کتنے بچوں کے لیے تعلیم، علاج، صحیح رہایش اور باعزت زندگی کی ضروریات مہیا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا گیا درج بالا امور میں سے بہت سارے پہلوؤں کی طرف قرآن مجید نے جگہ جگہ اشارات کئے ہیں۔ مثلاً ارشاد ہے:

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ
مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

"اس پروردگار کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں۔تا کہ ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تم میاں بیوی کے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کردی۔یقینا اس میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں"(۱)

گویا یہ بھی لازم ہے کہ خاندان کی اٹھان اور اس کی تشکیل اس طرح سے ہو جس میں میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کر سکیں اور ایک دوسرے سے محبت کر سکیں۔اسی طرح ایک دوسرے پر حقوق کے حوالے سے، ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے کے لیے سب سے زیادہ فکر مند ہونے کے حوالے سے قرآن مجید نے سورۃ بقرہ آیت ۱۸۷ میں نہایت خوبصورت مثال استعمال کی ہے۔وہ یہ کہ شوہر بیوی کے لیے لباس کی مانند ہے اور بیوی شوہر کے لیے لباس کی مانند ہے۔دونوں ایک دوسرے کے لیے خوشی و مسرت کا باعث بننے چاہئیں۔دونوں کو ایک دوسرے کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلے، تکلیف اور صحت کا خیال بھی کرنا چاہیے۔دونوں کو ایک دوسرے کے عیبوں کو چھپانا چاہیے۔

بچوں کے حقوق کے اعتبار سے پروردگار نے انتہائی لطیف اور جذباتی پیرائے میں ماں باپ دونوں کو متوجہ کیا ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

"وہ اللہ ہی ہے جس نے تم (مرد و عورت) کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے تمھارا جوڑا بنایا تا کہ تم (مرد و عورت) میں سے ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرے۔پھر جب شوہر نے بیوی سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا۔سو وہ اس کو لیے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں میاں بیوی پروردگار سے دعا کرنے لگے کہ اگر تو نے ہم کو صحیح و سالم اور نیک اولاد دے دی تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے"(۲)

ماں کے حقوق و فرائض

بچے کے ساتھ اہم ترین رشتہ ماں کا ہوتا ہے۔اس لئے اس حوالے سے ماں کے بھی کچھ حقوق و فرائض متعین ہو جاتے ہیں۔ماں کا فرض یہ ہے کہ وہ دوران حمل میں اپنا پورا خیال رکھے۔اپنا چیک اپ باقاعدگی سے کرواتی رہے۔وضع حمل مناسب جگہ پر ہو۔ولادت کے بعد اسے اپنا دودھ پلائے۔ابتدائی دو سال میں بچے کی صحت، اس کی

غذائی ضروریات، اس کو اپنا بدنی لمس فراہم کرنا اور اس کی بہترین تعلیم و تربیت، ماں کے لیے ترجیح اولین ہو اور اس میں حتی الامکان کوئی اور بڑی مصروفیت اس کی توجہ کمزور نہ ہونے دے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ماں کا یہ حق ہے کہ پہلے دن سے ہی اس کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے۔ اسے باقاعدگی سے طبّی معائنے کے لیے لے جایا جائے۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ بچے کی ولادت کسی مناسب جگہ پر کرنے کا انتظام کیا جائے۔ ولادت کے بعد پہلے چالیس دن ماں کو پورا آرام و سکون دیا جائے۔ بچے کی ولادت کے بعد ماں جسمانی اور نفسیاتی دونوں پہلوؤں سے بہت نڈھال ہو جاتی ہے۔ اس مرحلے سے بخیر و خوبی گزرنے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی چالیس دنوں میں ماں کی صحت اور اس کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔ ماں کا یہ بھی حق ہے کہ ایک بچے کی ولادت کے بعد تین سے لے کر پانچ برس تک اس پر دوبارہ حمل کا بار نہ ڈالا جائے۔ یہ وقفہ ماں کی صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ جدید طبّی تحقیقات سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر اور پینتیس برس کے بعد جو خاتون ماں بنے، تو اسے اور اس کے بچے کو بیماریوں اور دوسرے خطرات کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اگر ایک خاتون پر پانچ سے زیادہ بچوں کا بار ڈالا جائے، تب بھی اس کی اور اس کے بعد میں ہونے والے بچوں کی صحت میں بہت زیادہ مسائل ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ ایک ماں کا حق ہے کہ وہ صرف اٹھارہ سے پینتیس سال عمر کے درمیان میں ماں بنے اور اس کے بچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو۔

واضح ہے کہ ماں کے احسانات بہت زیادہ ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسکے حقوق کو اتنی اہمیت دی ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ کئی مائیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فوقیت اور اہمیت کا غلط استعمال کرتی ہیں بہت ساری مائیں بچوں کو اپنے قبضے میں لے لیتی ہیں اور باپ کو بچوں کے معاملات میں اپاہج بنا دیتی ہیں یہاں تک کہ ایسی مائیں بچوں کو گھریلو معاملات میں باپ کا مخالف بنا دیتی ہیں جس کی بناء پر اس گھر کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے ایسی مائیں اللہ کی دیگر ہدایات کو بھول کر ایسا کرتی ہیں ـــ اللہ وحدہ لاشریک کا بیان ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ

”مرد عورتوں پر مسلط و حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) خبرداری کرتی ہیں“[۳]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں گھریلو زندگی کے متعلق سب سے زیادہ مفصل ہدایتیں دی ہیں اتنی ہدایتیں زندگی کے دوسرے شعبے کے متعلق نہیں ملتیں کیونکہ گھریلو سکون کی اہمیت اور بقا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت اہم ہے ایسی ماؤں کا اس طرح کا غیر اسلامی سلوک ان کے شوہروں کو انتہائی تکلیف میں مبتلا کردیتا ہے اور بہت مسائل پیدا کردیتا ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسی ماؤں کا اجر کم ہوجاتا ہے کیونکہ وہ خاوند کو اسکے مقام سے گرا کر اولاد کی مدد سے گھریلو سکون کو تباہ و برباد کرتی ہیں کئی پیدا کئے ہوئے مسائل میں گھر کر پریشان ہوجاتی ہیں لیکن پھر اس وقت نقصان کی تلافی انتہائی مشکل ہوجاتی ہے۔

حقیقت میں اگر میری چال کا نتیجہ اس چال کے چلنے والے پر ہی وارد ہوجاتا ہے۔۔۔اللہ وحدہ لاشریک کا فرمان ہے کہ!

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ

''اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے''(۴)

اسی طرح والدین کے ادب واحترام میں اللہ وحدہ لاشریک نے مزید ارشاد فرمایا کہ:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿٢٥﴾

''اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تمہارا پروردگار اس سے بخوبی واقف ہے۔ اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع لانے والوں کو بخش دینے والا ہے''(۵)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے بعد دوبارہ والدین کے ادب واحترام کی بات کی ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھا دیا ہے کہ ہم بچپن میں کس طرح بے یار و مددگار تھے اور والدین نے ہمیں پالا پوسہ اور پروان چڑھایا، ہمارے والدین ہماری ہر خواہش پوری کرتے تھے مکمل خلوص اور محبت کے ساتھ، اسی لئے اولاد پر فرض ہے کہ وہ والدین کا احترام کرے اور ان سے اچھا سلوک کرے۔ اگرچہ عمر کے تمام حصوں میں والدین کا ادب واحترام کرنا چاہیئے لیکن ان کی طرف زیادہ تر توجہ اس وقت ہونی چاہیئے جب وہ بوڑھے ہو جائیں کیونکہ وہ بھی اسی طرح بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں جیسے ہم بچپن میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مندرجہ ذیل ہدایت ہمیں دی ہیں انکے سامنے آواز کو بلند کرنے سے اجتناب برتیں۔۔۔

۱۔ان کے سامنے آواز کو بلند کرنے سے اجتناب برتیں۔۔۔

۲۔والدین کو ان کی بے عزتی کے طور پر چھوتے سے چھوٹا لفظ بھی زبان سے ادا نہیں کرنا چاہیئے۔۔۔

۳۔انتہائی محبت بھرے لہجے اور ہمدردی کے انداز میں اپنے والدین سے مخاطب ہونا چاہیئے۔۔۔

۴۔والدین کے ساتھ ہر معاملہ انتہائی فرمانبرداری اور نرمی سے کرنا چاہیئے انکے ساتھ رحمدلی کا معاملہ ہونا چاہیئے اور دل کی گہرائیوں سے یہ سب کچھ ہونا چاہیئے محض دکھانے کے لئے یا روایتی انداز میں نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔

۵۔ ہمیں والدین کے لئے دُعا کرنا چاہیئے اے اللہ تعالی میرے والدین پر رحم کر بالکل اسی طرح جس طرح وہ لوگ بچپین میں مجھ پر رحم کرتے رہے تھے یہ دُعا ان کی موت کے بعد بھی کرتے رہنا چاہیئے ہمیں اس دُعا کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دُعا ہمیں سکھائی ہے اور اسکی تلقین بھی فرمائی ہے۔۔۔

۶۔اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی ہمارے دلاسے کے طور پر بیان کردی ہے کہ اگر کسی سے بھول چوک یا غلطی سے والدین کے متعلق کوئی نازیبا کلمات نکل جائیں جو لاپراوہی کی وجہ سے نہیں بلکہ سخت محنت کرتے ہوئے انجانے میں ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہ دے گا بشرطیکہ ہم خلوص دل سے توبہ کرلیں اور معافی مانگ لیں اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی گہرائیوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔

اسی طرح والدین کے احترام کے بارے میں بہت ساری احادیث بھی موجود ہیں۔

والدین کی فرمانبرداری

قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی توحید وعبادت کا حکم دینے کے ساتھ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی

اطاعت ان کی خدمت اور ان کے ادب واحترام کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ احادیث میں بھی والدین کی فرمانبرداری کی خاص اہمیت وتاکید اور اسکی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا بنائے۔ ان کی فرمانبرداری کرنے والا بنائے۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کماحقہ ادا کرنے والا بنائے۔

قرآن کریم میں ارشاد مبارک ہے کہ !

اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی ومحبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا۔ اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پرودگار ! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔[۶]

جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا وہیں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم بھی دیا۔ ایک دوسری جگہ اپنے شکر بجالانے کے ساتھ والدین کے واسطے بھی شکر کا حکم دیا۔ اللہ اکبر، ذرا غور کریں کہ ماں باپ کا مقام ومرتبہ کیا ہے توحید وعبادت کے بعد اطاعت وخدمت والدین ضروری قرار دیا گیا کیونکہ جہاں انسانی وجود کا حقیقی سبب اللہ ہے تو وہیں ظاہری سبب والدین۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ بخاریماں باپ کی نافرمانی تو کجا، ناراضگی وناپسندیدگی کے اظہار اور جھڑکنے سے بھی روکا گیا ہے اور ادب کے ساتھ نرم گفتگو کا حکم دیا گیا ہے۔

"ساتھ ہی ساتھ بازوئے ذلت پست کرتے ہوئے تواضع وانکساری اور شفقت کے ساتھ برتاؤ کا حکم ہوتا ہے"

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

اور پوری زندگی والدین کے لئے دعا کرنے کا حکم ان کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

"اور تم سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو"[۷]

"ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے"[۸]

دعا کرنے میں یہ مفہوم و معنی بھی آپ سے آپ شامل ہے کہ مرد و عورت دونوں یہ پوری پوری کوشش کریں گے کہ ان کے ہاں اولاد صحت کے اعتبار سے ماں کے پیٹ میں، ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد بالکل صحیح وسالم ہو اور وہ اس کی ایسی تربیت کریں جس سے وہ ہر اعتبار سے ایک نیک اور باشعور انسان اور مسلمان بنے۔ اسی طرح کئی روایات میں بھی ان امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بیہقی کی روایت کے مطابق حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھا نام دے"

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

"اپنی اولاد کو مال دار چھوڑنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ بنیں اور لوگوں کی خیرات پر پلیں"

ترمذی اور طبرانی کی ایک اور روایت کے مطابق حضورؐ نے فرمایا:

"ایک باپ اپنے بچے کے لیے ورثے میں اچھی تربیت سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا"

بیہقی کی ایک روایت کے مطابق حضورؐ سے پوچھا گیا:

"یارسول اللہ! کیا بچے کا ہم پر ایسا ہی حق ہے جیسا کہ ہمارا ان پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا! ہاں! والد پر بچے کا یہ حق ہے کہ وہ بچے کو لکھنا، تیرنا اور تیر اندازی سکھائے اور بچے کے لیے صرف اور صرف پاکیزہ اور عمدہ کھانا فراہم کرے"[۹]

صحیح بخاری، مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد کی روایت کے مطابق حضورؐ نے فرمایا:

اپنے بچوں کے درمیان انصاف سے کام لو۔ جیسا کہ تم خود اپنے لیے پسند کرتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ انصاف سے کام لیں"[۱۰]

امام بیہقی کی "شعب الایمان" کی ایک روایت کے مطابق حضرت انسؓ بن مالک نے کہا:

"ایک آدمی حضورؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا آیا۔ اس نے بیٹے کو بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پھر اس کی بچی آئی جسے اس نے اپنے سامنے بٹھالیا۔ حضورؐ نے فرمایا: تم نے ان دونوں (بیٹے اور بیٹی) کے درمیان برابری سے کیوں کام نہیں لیا"

گویا بیٹا ہو یا بیٹی، دونوں کی تعلیم، تربیت، صحت حتیٰ کہ ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ بھی ایک جیسا ہونا چاہیے۔[۱۱]

درج بالا تمام امور کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق زندگی کے ہر میدان میں علم، فکر، تدبر اور حکمت کا استعمال ضروری ہے۔ درج بالا تمام باتیں علم وتدبر اور حکمت ہی کی باتیں ہیں، اس لیے خاندان میں اضافے کے وقت ان تمام امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اسی کا نام پلاننگ ہے۔

دنیا کا ہر مذہب اور تہذیب اس بات پر متفق ہے کہ والدین کے ساتھ حُسن سلوک کرنا چاہئے ان کا ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اس بارے میں اللہ رب العزت نے ہمیں اپنی آخری کتاب میں اس بات کی تعلیم اس ڈھنگ سے بیان فرمائی ہے جو اہم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ایک انفرادی اسلوب کی حامل ہے مثال کے طور پر جب کبھی اللہ رب العزت نے اپنی اطاعت و برمانبرداری کی طرف توجہ دلانا چاہا ہے تو اُس کے فورا بعد والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دی ہے. جیسا کہ اللہ وحدہ لاشریک کا فرمان ہے کہ:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

”اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخرکار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے“(۱۲)

اور رکھیئے کہ جس طرح سے اللہ کے حقوق ہم پر فرض ہیں بالکل اسی طرح انسانوں کے حقوق بھی ہم پر فرض ہیں اور اتنے ہی اہم ہیں انسانوں میں والدین کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر گزار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح (وتقویٰ) دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں -یہی لوگ ہیں جن کے اعمال نیک ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے در گزر فرمائیں گے اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے)۔ (یہ) سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے''(۱۳)

والدین سے نافرمانی کرنے والوں کیلیئے گھاٹا ہی گھاٹا ہے—ارشاد ربانی ہے کہ:

وَ الَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡہِ اُفٍّ لَّکُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَ قَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَ ہُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰہَ وَیۡلَکَ اٰمِنۡ ٭ۖ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ مَا ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡہِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۱۸﴾

''اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ اُف اُف! تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ میں (زمین سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور وہ دونوں اللہ کی جناب میں فریاد کرتے (ہوئے کہتے) تھے کہ کم بخت ایمان لا۔ اللہ کا وعدہ تو سچا ہے۔ تو کہنے لگا یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں جنوں اور انسانوں کی (دوسری) اُمتوں میں سے جو ان سے پہلے گزر چکیں عذاب کا وعدہ متحقق ہو گیا۔ بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے''(۱۴)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا کہ:

يارسول الله من أحق بحسن الصحبة؟ قال: "أمك، ثم أمك، ثم أمك، ثم أباك، ثم أدناك أدناك" (۱۵)

''تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو تم اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرو تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو پھر تم اپنے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرو، پھر تم اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو پھر اسکے بعد دور کے رشتداروں کے ساتھ کرو''

ماں کے ساتھ اس طرح کے خاص سلوک اور صلہ رحمی کا حکم اللہ تعالیٰ نے کئی وجوہات کی بناء پر دیا ہے۔

۱۔ بچے کو اپنے پیٹ میں رکھنے کی تکلف اور پیدائش کے وقت کی تکلیف سہنے کی وجہ سے۔

۲۔ بچہ پیدا ہونے سے پہلے اور بچہ ہونے کے بعد بچے کی پرورش اور نشو نما کے لئے اسکے بدن سے بچے کو غذا دی جاتی ہے۔

۳۔ ہر وقت بچے کو اپنے کاندھوں پر لادے رہنا اور دن رات اسکی ضرورتوں کے پیچھے لگے رہنا۔

۴۔ ماں بچوں کو سکھاتی ہے اور انہیں تربیت دیتی ہے نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر بچے کی آگے کی زندگی پر پڑتا ہے دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں اپنی عظیم ما یک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کونسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں جوابا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوابا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وقت مقررہ پر عبادت کرنا پوچھنے والے نے پوچھا اسکے بعد کونسا عمل؟؟؟۔۔۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کے ساتھ حُسن سلوک (بخاری)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ:

> ’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی انسان اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ آپ سے عرض کیا گیا والدین پر کوئی کیسے لعنت کر سکتا ہے آپ نے فرمایا وہ اس طرح کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے جواب میں اس کے باب کو گالی دیتا ہے ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے نیتیجاً وہ اس کی ماں کو گالی دے گا‘‘ (رواہ البخاری)

مکافات عمل کا دستور مسلمہ حقیقت ہے اور بدلہ لینے کا رجحان بھی غالب ہوتا ہے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو برائی سن کر بھلائی کریں ہر کوئی بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے اسی اصول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے۔ صحابہ کرام نے یہ سن کر تعجب کیا کہ ایسا کون سا بدنصیب ہے جو اپنی ماں یا باپ کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے آج کے دور میں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ لوگ والدین کے مقام کو پہچانتے نہیں جائیداد یا کسی معمولی سی بات پر اپنے والدین کو برا بھلا کہتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو قتل بھی کر دیتے ہیں مگر اس دور میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ کوئی انسان اپنے والدین پر لعنت کرے گا اسی تعجب کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ایک انسان کسی سے ناراض ہو کر اسے اور اس کے والدین کو گالی دیتا ہے وہ اس غلیظ

گفتگو کو سن کر اس کے بدلے میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اسی طرح کسی نے کسی کی ماں کو گالی دی جس کے عوض وہ اس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے اس طرح وہ کسی کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالیاں نکالنے کا سبب بنتا ہے گویا کہ اس نے خود اپنے والدین کو گالی دی ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو کام کسی گناہ کا سبب بنے اس سے بھی بچنے کی کوشش کی جائے۔ تاکہ کوئی انسان ناکردہ گناہوں کی پاداش میں سزا کا حق دار نہ بنے۔

شیخ قرطبیؒ نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ایک آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میرے والد نے میری ساری جائید اد لے لی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جاؤ اپنے والد کو لیکر آؤ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جب اس شخص کے والد صاحب آئیں تو آپ ان سے اُن کے کلمات کے بارے میں پوچھنا جو انہوں نے اپنے دل ہی دل میں کہے تھے یہاں تک کہ اسکی آواز خود اُنکے کان میں بھی نہ جا سکی تھی جب وہ لڑکا اپنے باپ کو لیکر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تمہارا بیٹا کیوں تمہاری شکایت لیکر آیا ہے کہ تم نے اس کا مال ہڑپ کر لیا ہے باپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ خود میرے بیٹے سے ہی پوچھئے کہ میں تو یہ پیسہ صرف صرف اپنے اوپر خرچ کرتا ہوں یا اسکی چاچی پر حضرت محمد صلی اللہ علییہ وسلم نے کہا ٹھیک ہے میں سب کچھ سمجھ گیا اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کونسے الفاظ تھے جو تم نے اتنے دھیرے کہے تھے کہ خود تمہارے کان تک نہ سُن سکے تھے؟؟؟۔۔۔

وہ آدمی یہ سنتے ہی حیرت میں ڈوب گیا اور کہنے لگا یہ تو ایک معجزہ ہے آخر آپ نے یہ کیسے جانا حقیقت میں، میں نے وہ الفاظ دل ہی دل میں کہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا وہ جملے سناؤ اس آدمی نے مندرجہ ذیل عربی کے اشعار سنائے اسکا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

میں نے تجھے بچپن میں پالا پوسا تمہارے کھانے پینے کا انتظام کیا تمہاری ہر طرح سے مدد کی یہاں تک کہ تم جوان ہو گئے اس وقت تک تمام قسم کے خرچ میرے کاندھو پر تھے۔۔۔ میں رات بھر جاگتا اور بیتاب ہو جاتا کہ جب کبھی تو بیمار پڑتا مجھے ایسا لگتا کہ تیری بیماری میری بیماری ہے رات بھر یہی سوچ کر روتا رہتا۔(۱۶)

ہر وقت تیری موت کا ڈر میرے ذہنوں پر چھایا رہتا جب کہ میں جانتا ہوں کہ موت اپنے وقت پر آتی ہے نہ آگے ہوتی ہے نہ پیچھے. جب تو اس جوانی کی عمر میں پہنچ گیا جسکی میں ہمیشہ خواہش کرتا تھا تو مجھ سے اکڑ کر باتیں کرتا ہے اور مجھے دُکھ دیتا ہے اور تمہارا رویہ ایسا ہے گویا تم مجھ پر احسان کر رہے ہو۔ افسوس اگر تو میرے حقوق ادا نہیں کر سکتا مجھے باپ کی طرح نہیں دیکھ سکتا تو پڑوسی کی طرح تو سلوک کر یا کم از کم میں نے تجھ پر جو خرچ کیا ہے اُتنا ہی مجھ پر خرچ کر اور بخیلی سے کام نہ لے۔

حوالہ جات

۱۔القرآن،۳۰: ۲۱

۲۔القرآن،۷: ۱۸۹

۳۔مودودی،ابوالااعلیٰ سید، تفہیم القرآن، ۴: ۳۴

۴۔القرآن،۳۵: ۴۳

۵۔مودودی ابوالااعلیٰ سید، تفہیم القرآن،۱۷: ۲۳۔۲۵

۶۔مودودی ابوالااعلیٰ سید، تفہیم القرآن،۱۷: ۲۳۔۲۴

۷۔مودودی ابوالااعلیٰ سید، تفہیم القرآن،۴: ۳۶

۸۔مودودی ابوالااعلیٰ سید، تفہیم القرآن، ۲۹: ۸

۹۔امام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی، شعب الایمان حدیث ۷۵۱

۱۰۔امام،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث ۵۲۸

۱۱۔امام،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث ۵۲۹

۱۲۔القرآن،۳۱: ۱۴

۱۳۔القرآن،۴۶: ۱۵۔۱۶

۱۴۔القرآن،۴۶: ۱۷۔۱۸

۱۵۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم حدیث ۳۱۶

۱۶۔امام،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث ۹۴۷